مولانا محمد اسلام حقانی*

اسلام اور جدیدیت کی کشمکش: ایک تعارف
روایتی اسلامی فکر پر سیکولر اور ماڈرن اعتراضات کا تحقیقی مطالعہ

سترویں صدی کے بعد فلسفہ،فکر اور نظام مغرب (جاہلیت جدیدہ) کے غلبہ اور Enlig htenment اور Modernism کی تحریک کے فروغ کے بعد مسلم دنیا میں روایتی علم کلام کی احیاء اور نئی اسلوب میں اسکی تدوین کی طرف ارباب علم و تحقیق نے اتنی توجہ اور خاص دھیان نہیں دیا جتنی کہ اس کی ضرورت تھی، کسی بھی دبستان فکر اور حلقہ نظر نے اس ضرورت کا احساس نہیں کیا اور نہ مغربی فکر و فلسفہ کے افہام و تفہیم کے حوالہ سے کوئی شعور کے بیداری کی تحریک چلائی اس کے برعکس اگر ہم قدیم دور کی تاریخ کا گہرائی سے جائزہ لیں تو بہ نسبت عصر حاضر،عصر قدیم کے ائمہ اور عبقری شخصیات میں بر وقت ان ضرورتوں کا احساس ملتا ہے جب اس دور میں فلسفہ اور فکر یونان کا غلبہ تھا اور اس دور کے تعقل غالب فکر یونان تھیں تو اس فکر کی بدولت جو مسائل پیدا ہوئیں ، وہ وقت کے زندہ مسائل میں شمار ہوتے تھے، امام اہل حق ابو الحسن اشعریؒ، حجۃ الاسلام امام غزالیؒ، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ جیسے عبقری شخصیات اس طرف ہمہ تن متوجہ ہوئیں اور ان مسائل کو حل کرنے اور فلسفہ یونان کے رد و نقد کا دشوار ترین مرحلہ ان عباقرہ نے بخوبی سر کرلیا اور ان افکار باطلہ کے سامنے بند باندھا اور سد سکندری ثابت ہوکر اور امت کے علمیاتی حصار کی حفاظت کی۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عہد جدید میں اس ضرورت کا احساس بہت سوں کو ہوا ہوگا ،لیکن جس نے بھی اس مشکل ترین موضوع کو مشق سخن بنا کر اور فکر مغرب پر خامہ فرسائی کی رفتہ رفتہ انہوں نے مغرب کا اسلامی محاکمہ کے بجائے اسلام کا مغربی محاکمہ شروع کیا، مغرب کے اسلامیانے کی سر توڑ کوشش اور سعی لا حاصل میں لگے رہے مغربی تہذیب سے جو بھی فکر، نظریہ برآمد ہوا تو اسکی تلاش اسلام میں شروع کرنے لگے اور مغرب کے نقد و محاکمہ میں جارحانہ کے بجائے معذرت خواہانہ رویہ اپنایا۔ ہاں اس یاس اور نا امیدی کے فضاء میں امید کی ایک کرن مسلم دنیا کے فہیم عناصر میں ایک تحریک سے ملتی ہے جو اس وقت ہمارے ملک میں افہام و تفہیم مغرب کے حوالہ

* رکن مؤتمر المصنفین جامعہ دار العلوم حقانیہ

سے سرگرم عمل ہیں اس تحریک کے دو شخصیات قابل ذکر ہے جو اس وقت فکر مغرب کے فہم کے نمایاں اور اہم ستون سمجھے جاتے ہیں اور فکر مغرب کا اسلامی محاکمہ پیش کرنے میں پیش پیش ہیں اور ان کی کاوشیں عالم اسلام میں منفرد نوعیت کے ہے، ایک درویش خدا مست اور مرد قلندر محترم جناب سید خالد جامعی صاحب اور دوسری محترم جناب ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری صاحب ہیں ان دونوں شخصیات سے عصری جامعات کے ذکی اور ذی استعداد اصحاب اور دینی جامعات کے باشعور طلباء بھی بڑی حد تک مستفید ہو رہے ہیں اس تحریک کی نمایاں خصوصیات یہ ہے کہ اس کا علمیاتی منہاج حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کے تہافۃ الفلاسفہ پر استوار ہے اور یہ نہ صرف جدیدیت کے مکمل مخالف ہیں بلکہ عہد جدید کے ترمیمیت پسند اور مسلم جدیدیت پسند مفکرین کے فکری منہاج کا بھی کلی مخالف ہیں چونکہ ترمیمیت پسند مفکرین (جو خذما صفا ودع ما کدر کے اصول پر عمل پیرا ہیں) کی فکری کام کا حتمی اور لازمی نتیجہ فکر مغرب کی بالادستی ہے لیکن اس کے برعکس اس فریم ورک میں فکر مغرب کے خذ ماصفا ودع ماکدر کا اصول کارفرما نہیں کیونکہ ان کے نزدیک اس فکر مغرب کی کلیت ہی صالح نہیں اور صالح جزء تب ہی لیا جاسکتا ہے جب اسکی کلیت میں کوئی شر نہ ہو فکر مغرب کی کلیت شر ہی شر ہے اس سے خیر کی امید پیپل کی درخت سے آم کی توقع کے مترادف ہیں وہ اس فکر کی کلیت اور جزئیت کو تنقید کی خارجی اور داخلی کسوٹی پر پرکھ کر اسلامی محاکمہ فرماتے ہیں اور انکی یہ مخالفت صرف مخالفت برائے مخالفت ،تنقید برائے تنقید نہیں بصیرت پر مبنی ہے کیونکہ یہ دونوں حضرات فکر مغرب پر گہری نظر اور اس فکر سے براہ راست واقفیت رکھتے ہیں یہ دونوں ہستیاں اس وقت امید کے چراغ ہیں اور انکی فکری کاوشیں بجا طور پر اس کی مستحق ہیں کہ اس کی قدردانی کی جائے اور ان سے استفادہ کیا جائے۔

اس فکر کو اجاگر کرنے کیلئے انہوں نے افراد سازی اور تربیت اور شعور وآگہی کا زندہ جاوید اور منفرد نوعیت کا کام شروع کیا ہے جو اس وقت کی اہم ضرورت ہے ان شخصیات سے اعلی استعداد کے حامل فضلاء اور دانشور اور قد آور شخصیات وابستہ ہے اور وہ اس دبستان کے جزء ہیں جن میں ڈاکٹر عبدالوھاب سوریؔ، ڈاکٹر علی محمد رضویؔ ،زاہد صدیق مغل، فصیح احمد، محبوب الحسن بخاری، امین اشعر، حافظ محمد احمد وغیرہ شامل ہیں اس دبستان فکر میں دینی مدارس کے فضلاء میں ایک نمایاں نام نہایت باستعداد نوجوان مولانا محمد ظفر اقبال صاحب کے بھی ہے جو اس وقت فلسفہ میں پی ایچ ڈی کے طالبعلم ہیں لیکن علمی مقام بہت اونچا ہے جامعی صاحب کے شاگرد خاص ہیں اور انہیں کے افادات کی تدوین اور ترتیب کے مشکل ترین کام کو نبھائے ہوئے بخوبی سرانجام دیتے ہیں اور اس فکر کے فروغ کے لئے کوشاں ہیں، ان کی پہلی مرتبہ کتاب ''اسلام اور جدید

سائنس نئے تناظر میں'' چند سال پہلے اہل علم وفضل سے داد تحسین حاصل کر چکے ہیں ،اب نئی کتاب ''اسلام اور جدیدیت کی کشمکش'' منظر عام پر آئی ،اس کتاب میں انہوں نے اسلامی یونیورسٹی کے سابق ریکٹر ڈاکٹر منظور احمد صاحب کے فلسفیانہ افکار کا علمی نقد پیش کیا ہے آج تک اس کی طرف کسی کی توجہ نہ ہوسکی تھی ڈاکٹر منظور احمد کی افکار کو لیکر جدیدیت کے پورے ڈھانچے کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا، ۵۳۴ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں ۱۶ صفحات کو محیط ایک وقیع مقدمہ میں انہوں نے بڑی عرق ریزی اور باریک بینی سے ڈاکٹر منظور احمد اور جدیدیت کے خدوحال کا نقشہ کھینچا ہے اور ڈاکٹر صاحب کی کتابوں میں پھیلی ہوئے ان بے مغز نکات کی نشاندہی کی ہے جو انہوں نے جدیدیت سے مرغوبیت کی بناء پر اپنائی ہے، مقدمہ کی ڈھنک ،اسکی رنگ ، اس کی مہک ، اس کی جھلک ملاحظہ فرمانے کے بعد اس کے چھ ابواب کا در کھولتے ہے کتاب کا پہلا باب ''منہاج علم اور ماخذ استدلال'' کے عنوان سے معنون ہے اس باب میں انہوں نے اسلام اور جدیدیت اور دونوں کے مابعد الطبیعات ،کونیات ، اخلاقیات اور علمیات میں جو فرق ہے اس کو مستند استدلالی طریقے سے بیان کیا ہے اس باب میں بہت سے دیگر امور پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے جو تقریبا ۸۰ صفحات کو محیط ہے دوسرا باب ''اسلام ......دینی اور علمی منہاج'' کے نام سے موسوم ہے اس باب میں مصنف علام نے ڈاکٹر منظور صاحب کی اس بات کی تردید کی ہے کہ ''مسلمانوں کے تنزل کا اصل سبب روایتی علمی منہاج پر اصرار ہے'' اس میں انہوں نے ماخذ اربعہ پر مدلل اور سیر حاصل بحث نہایت عالمانہ اسلوب میں پیش کیا ہے بین السطور اور حواشی میں بہت سے علمی نکات اٹھایے گئے ہے یہ باب تقریبا ۶۷ صفحات پر مشتمل ہے، تیسرا باب'' جدید منہاج علم......ماخذ ومنابع'' کے نام نامی سے مسمی ہے اس باب میں مصنف نے مغربی منہاج علم عقل (عقل محض) کا خوب اسلامی محاکمہ پیش کیا ہے اور ڈاکٹر منظور کی جملہ افکار کو ردونقد کی کسوٹی پر پرکھا ہے ۱۱۰ صفحات پر مشتمل اس باب میں ذیلی ابواب بھی ہے جس میں ڈاکٹر منظور کے افکار وخیالات جو انہوں نے سائنس، عقل، فطرت، فلسفہ مغرب کے حوالہ سے پیش کی ہے اسکا مکمل ردونقد ملتا ہے چوتھا باب ''خطبہ نیاز......تبصرہ وتجزیہ'' کے عنوان سے ہے اس باب میں مرتب کتاب نے ڈاکٹر صاحب کی ان خیالات کا رد پیش کیا ہے جس میں انہوں نے نیاز فتح پوری کے متجددانہ خیالات کو سراہا ہے اس باب میں بھی ذیلی ابواب موجود ہے یہ باب ۷۶ صفحات کو محیط ہے پانچویں باب میں ''نیاز فتح پوری کے علمی سرقوں'' کے حوالہ سے سیر حاصل کلام موجود ہے اور اس باب میں بھی ذیلی ابواب اور ضمیمہ جات پائے جاتے ہے جس میں نیاز فتح پوری کے ہر بات اور خیال کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے اور ڈاکٹر صاحب کی اس بات خوب تردید کی ہے کہ ''نیاز فتح پوری کو بیسویں صدی کے روشن خیال مفکرین کے صف اول شمار کیا جانا چاہیئے'' مصنف علام نے ثابت کیا

ہے کہ نیاز فتح پوری کو کبھی بھی کسی نے اسلامی مفکر کے طور پر پیش نہیں کیا ہے یہ باب ۴۵ صفحات کو محیط ہے چھٹا باب ''ڈاکٹر منظور اور سیکولرازم'' کے عنوان سے معنون ہے جس میں ڈاکٹر صاحب کے سیکولرازم کے حوالہ سے ان کے خود ساختہ خیالات کا خوب نقشہ پیش کیا ہے یہ باب ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے اخر میں مراجع و مصادر پیش کی گئی ہے بہر حال یہ کتاب علم وذوق اور فکر مغرب سے واقفیت وآگہی حاصل کرنے کے خواہاں قارئین کیلئے ایک قیمتی سوغات ہے جس میں ہر بات مدلل اور مسکت ہے اور جدیدیت کے منظر، تہ منظر اور پیش منظر سے نہایت ہی عالمانہ انداز اور شگفتہ اسلوب میں پردہ ہٹایا ہے اور جدیدیت کے زیر اثر تربیت پانے والی آراء پر چشم کشا نقد وتبصرہ ہے کتاب کا پیرایہ بیان اتنا عمدہ ہے کہ طبیعت ذرا بھی بوجھل نہیں ہوتی ہر صفحے پر فٹ نوٹ اور کتابوں کے مفصل حوالے صاحب مواد کے وسعت مطالعہ اور علمیت اور فکری صلاحیت پر شاہد ہے کتاب کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں جدیدیت کی علمیات، کونیات، مابعد الطبیعات، وجودیات، اخلاقیات اور جملہ فلسفیانہ مباحث کو انتہائی وضاحت اور بصیرت و ایمان افروز انداز میں پیش کیا ہے اور ڈاکٹر صاحب نے جن جن مباحث میں لغزشیں اور ٹھوکریں کھائی ہے اسکا تسلی بخش نقد پیش کیا ہے ''اسلام اور جدیدیت'' کے عنوان سے بہت سی کتابیں لکھی گئی ہے اور اردو کا کشادہ دامن بھرا پڑا ہے لیکن اس موضوع پر کما حقہ حق ادا کرنے والے کتابوں کو انگلیوں پر شمار کیا جا سکتا ہے تاہم محمد ظفر اقبال کی مرتبہ کتاب ''اسلام اور جدیدیت کی کشمکش'' اپنے موضوع پر بلا شبہ ایک منفرد کتاب ہے جو اردو کے علمی اور فکری سرمائے میں ایک وقیع اضافے کی حیثیت رکھتی ہے مرتب کتاب کی محنت قابل داد ہے اس کا سہرا مولانا محمد ظفر اقبال کے سر جاتا ہے کہ انہوں نے غیر معمولی محنت و جانفشانی کا ثبوت دیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ جناب سید خالد جامعی صاحب اصل داد اور تحسین کے مستحق ہے کہ طویل تعطل کے بعد روایتی علم الکلام کو جدید تقاضوں کے مطابق احیا کی تحریک کا کام انہوں نے سنبھالا اور دین کے دفاع کے لئے جو منفرد کلامی اسلوب اختیار کیا اور روایتی علم الکلام کو جس طرح حیات نو عطا کی اس کی مثال پورے عالم اسلام میں نہیں ملتی محمد ظفر اقبال کی مرتبہ کتاب ''اسلام اور جدیدیت کی کشمکش'' اسی دانش رفتگاں کی ایک جھلک ہے جو علمائے کرام کیلئے ایک بے مثال کتاب ہے جس کے ذریعے وہ اس روایت کو سیکھ سکتے ہیں اور اس کے ذریعے مغرب کی جانب سے دین پر ہونے والے نت نئے حملوں کا زبردست دفاعی اقدامی نظام بنایا جاسکتا ہے دینی مدارس اور اسلامی تحریکوں کے وابستگاں کیلئے اس کتاب کا مطالعہ فکر ونظر دلیل و برہان کے نت نئے دریچے کھولنے میں مدد دے گا جامعی صاحب ہی کے ایما اور فکر کی بنیاد پر نہایت کامیابی سے یہ مجموعہ اشاعت پذیر ہو کر سامنے آسکا اللہ تعالیٰ مزید علمی ترقی نصیب فرمائے (امین)